نمبر ۲۸ قادیان دار الامان ۷ اگست ۱۹۰۹ سنہ عیسوی مطابق ۲۷ رجب ۱۳۲۷ ہجری جلد ۱۳

خلیفۃ المسیح کیا چاہتے ہیں

مجھے ایک مختصر سے سفر کے لئے آج حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور اجازت کے لیے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور میں آپکے حضور حاضر ہوا۔ میں نے اپنی منزل مقصود کی کی جماعت کے لیے کوئی پیغام پوچھا۔

فرمایا میرا پیغام تو ایک ہی ہے۔

خدا سے ڈرو اور پھر کچھ کرو۔

فرمایا ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے کوئی نیا کلمہ بنایا ہے میں نے کہا ہاں اسنے کہا ایسی عجیب بات تو میں سنی ہی نہ تھی۔ میں بتاتا ہوں میں نے اسکو کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی کلمہ ایجاد کیا تھا اسنے جواب دیا ہاں۔

پھر میں نے پوچھا کہ اسوقت سب سے بڑی بلا کیا تھی اسپر اسنے کہا کہ شرک۔ میں نے کہا یہی وجہ تھی کہ آپنے **لا الٰہ الا اللہ** کلمہ تجویز کیا۔ اور دوسری آفت نبوت کی پرستش تھی جیسا کہ حضرت مسیح کو خدا بنایا گیا اسلئے دوسرا جزو **محمد رسول اللہ** تجویز ہوا۔

اس زمانہ میں ایک خطرناک آفت ہے اس آفت کے لیے اسوقت ایک کلمہ کی ضرورت ہے۔ اسکے حسب حال ہمارے امام نے ایک کلمہ رکھا۔ اسکو جو تمہارا جی چاہے کہو۔

وہ آفت دنیا کو دین پر مقدم کرنیکی ہے۔ اسلئے حضرت امام نے یہ تجویز کیا کہ وہ اپنی جماعت کو عہد لے کہ **میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا**۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مجھے تو عملی **حالت کی** اصلاح کی ضرورت ہے پس یہی پیغام ہے جسکو چاہو دیدو۔

پھر آپنے اور بھی بہت کچھ فرمایا۔ جسپر توفیق ملنے پر لکھونگا بالآخر آپنے مجھے لکھ کر دیا۔

قوم میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے مطلوب ہیں۔

۱۔ جنکو دنیا کی پروا بھی نہو جب بمقابلہ دین و دنیا کا اگر پڑے۔

۲۔ باہمت واعظ مطلوب ہیں جو اخلاص وصواب سے وعظ کریں۔

۳۔ عاقبت اندیش صرف اللہ پر بھروسہ کرنیوالے دعاؤں کے قائل اور علم پر نہ گھمنڈ کرنیوالے علما مطلوب ہیں جنکو فکر لگی ہو کہ کیا جاوے۔

(انوار احمدیہ مشین پریس باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک پریس کے چھپکر شائع ہوا)

یا نہیں اور کبھی کسی قسم کی بد دیانتی کے جرم میں وہ ماخوذ تو نہیں ہوا اور اسکے ذاتی ۔ **وجاہت** اور مالی حالت ایسی ہے یا نہیں جو اسپر اعتبار کیا جا سکے کہ وہ خود تو اپنی ضرورتوں میں خرچ نہیں کر لیگا اور پھر گورنمنٹ کے تمامی احکام اس پر وثوق اور اعتماد کئے گئے ہیں یا نہیں ؟ اور بالآخر یہ کہ خود مسلمان بھی ان پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ دیکھنے کے قابل تو یہ امور ہیں افسوس کہ مرزا حیرت صاحب ان کا ذکر بھی نہیں کرتے اور رونا یہ رو رہے ہیں کہ وہ مختلف اوقاف کے ممبر ہیں ۔ کیا مرزا حیرت صاحب یہ چاہتے ہیں کہ دہلی کے اوقاف کی آمدنی بھی ان کے سپرد کیجائے تاکہ وہ اسلامیہ پبلشنگ کمپنی کے حصوں کی خرید میں لگا دیں ۔ میں انکی ساری تحریروں کا یہ نتیجہ نکال سکا ہوں کہ ان کو **حاذق الملک** خان بہادر محمد حسن خان صاحب ۔ نواب فیض احمد خان صاحب ۔ مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد ۔ اور مولوی عبد الاحد مالک مطبع مجتبائی کے ساتھ خاص طور پر کد ہے اسکی وجہ مجھے قادیان بیٹھے ہوئے آسانی کے ساتھ معلوم نہیں ہو سکتی ۔ لیکن جو وجہ مولوی عبد الاحد صاحب سے رنجش کی مرزا حیرت نے مجھے زبانی بتائی ہے وہ آئیندہ میں اس سلسلہ مضامین میں ظاہر کروں گا اور اسپر تنقید بھی کرونگا اور اس ضمن میں وہ مکالمہ بھی درج کرونگا جو میرا مرزا حیرت صاحب سے دہلی کے معاملات کے متعلق ہوا ۔ بہرحال پانچ بزرگ ہیں جنکے خلاف مختلف پیرایوں میں مضحکہ خیز مضامین لکھے جاتے ہیں میں نے بہت کوشش کی کہ ان مضامین میں کوئی کام کی بات نکلے مگر افسوس ہے کہ میرا فکر قاصر رہا ۔

یہ سچ ہے کہ یہ بزرگ دہلی کے اوقاف کے ممبر ہیں ۔ اور جہانتک میرا خیال ہے اور بہت سے لوگ ان اوقاف کے ممبر ہیں مگر دلچسپی نہیں لیتے اور یہ دلچسپی سے ایک کام کرتے ہیں ۔ انکا اتنا ہی قصور ہے دوسرے ممبروں کے متعلق مرزا حیرت صاحب خود لکھتے ہیں کہ وہ جو غریب بدنصیب ممبر بننے کے بعد ان کے جلسوں میں شریک ہوتا ہے اور اس کی ہر رائے کو شکست ملتی ہے تو پھر وہ شرمندہ ہو کے جلسوں میں آنا چھوڑ دیتا ہے مثال کے طور پر ہم خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب شہزادہ مرزا ثریا جاہ بہادر و ڈپٹی عبد الحمید خان صاحب کو پیش کرتے ہیں جنھوں نے سالہا سال سے اس جماعت کے مقابلہ میں فتحپوری کے جلسوں میں شریک ہونا بند کر دیا ہے ،،۔

یہ اقتباس جو میں نے ۲۴ جون کے کرزن گزٹ سے لیا ہے **دہلی کی حالت زار** پر روشنی ڈالتا ہے ۔ اور مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ مرزا حیرت صاحب کے طفیل عام مسلمان پبلک کو وہ دہلی کی ہو یا باہر کی یہ رائے قائم کرنے میں بر سر حق سمجھنا چاہیئے کہ دراصل ان تنازعوں کی وجہ ان ممبروں کی عدم شمولیت ہی ہو ۔

میں سر دست باور کرنے کے لئے طیار نہیں مگر اس اقتباس سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ ان بڑے لوگوں کی کوئی رائے یا تجویز دوسرے ممبروں کے مقابل چل نہیں سکی اور وہ شرمندہ ہو کر اب سالہا سال سے جلسوں میں تو جاتے نہیں اسلئے یہ کارروائی شروع ہو گئی کہ باقیوں کو بدنام کیا جاوے ۔ اس معاملہ میں ان بزرگوں کی پوزیشن بہت نازک ہے اور **شہزادہ** صاحب خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب اور ڈپٹی عبد الحامد خان صاحب کو اپنی پوزیشن عام طور پر اس معاملہ میں بیان کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مرزا حیرت صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک قسم کا رنج ہے اور کیا عجب اس رنج کے اظہار کا یہ طریق اختیار کیا گیا ۔ یہ معاملہ تو بزرگان موصوف کی ذات سے وابستہ ہے وہ خود اسکو صاف کرینگے لیکن جن لوگوں کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی رائے کی ایسی اہمیت سمجھیں کہ کسی حال میں اس کا خلاف ہی نہ ہو اور اگر خلاف ہو تو قومی کاموں میں حصہ لینا چھوڑ دیں کیا ضرورت ہے کہ وہ قومی کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دیئے جاویں ؟ مرزا حیرت یا ان کے رفیق سوچ کر جواب دیں ۔ اگر محض اخلاص اور للہیت سے کام کیا جاتا ہے تو ایک رائے نہیں ہزار رائے کی بھی مخالفت ہو ہم کو اپنے کام سے الگ نہیں ہونا چاہیئے ۔ ان بزرگوں کا فرض تھا کہ وہ بدستور اس کام میں حصہ لیتے اور اپنی مفید راؤں کے پیش کرنے میں تساہل نہ کرتے اور اس بات کی پرواہ نکرتے کہ کوئی انہیں مانتا ہے یا نہیں ؟ نہ ماننے والے اگر محض ضد یا کسی ذاتی غرض سے انہیں رد کرتے تو وہ اللہ تعالی کے وبال کے نیچے تھے لیکن اگر انہوں نے خدا ہی کے لئے انہیں رد کیا تھا تو وہ بھی بری الذمہ تھے **اخلاص** سے کام کرنے والے کے لئے تو یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ اسے کوئی مانتا بھی ہے یا نہیں ؟ کیا مرزا حیرت صاحب ایسے لوگوں کے ہاتھ میں **اوقاف** کو دینا چاہتے ہیں جن کو اپنی رائے کے ماننے پر اتنا اصرار ہو کہ اگر نہ مانی جاوے تو وہ اجلاس میں آنا چھوڑ دیں دنیا میں کوئی دانشمند آدمی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اپنی رائے کی ذرا بھی مخالفت نہ سننے والے بھی کوئی قومی کام کر سکتے ہیں ؟ میں نہیں یقین کرتا کہ مندرجہ بالا بزرگوں کی یہ حالت ہو لیکن اگر یہ سچ ہے تو نہایت قابل افسوس ہے اور وہ پرنس ثریا جاہ صاحب نہیں کوئی ہوں قومی درد اپنے پہلو میں نہیں رکھتے ۔

اسکے ساتھ ہی مرزا حیرت صاحب کو یہ ناگوار معلوم ہوا ہے کہ کیوں ان لوگوں کو الگ نہیں کیا جاتا ؟

اگرچہ میری رائے تو یہی ہے۔۔۔۔۔ کہ جو لوگ دلچسپی نہیں لیتے اور اپنی رائے کی پرستش چاہتے ہیں قومی معاملات میں دخیل ہونیکے مستحق نہیں مگر میں ان لوگوں کی دانشمندی کی تعریف کرتا ہوں جنھوں نے ابتک انہیں نہیں نکالا۔ اس سے کم از کم اس معاملہ میں انکی نیک نیتی کا پتہ لگتا ہے۔

اگر وہ لوگ خود ہی قابض اور متصرف رہنا چاہتے تو وہ کیوں انکو نکال نہ دیتے۔ کیونکہ جس حال میں وہ لوگ ممبر ہیں انکو کسی اجلاس میں آنے سے تو روکا نہیں جاسکتا؟ اور وہ حالات سے بھی واقف ہوسکتے ہیں جو شخص بدنیت ہو وہ تو چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کو جو اسکے خلاف ہیں اپنے حالات اور کاموں سے واقفیت ہی نہونے دے لیکن اگر وہ انکو واقفیت۔ اطلاع اور نرمی کا موقعہ دیتا ہے تو اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اسکی نیت **نیک** ہے۔

علاوہ بریں اب تو مرزا حیرت صاحب صرف اسی بات پر شور مچا رہے ہیں کہ ان کے چند دوستوں کی رائے کی مخالفت ہوئی پھر اگر انہیں نکال دیا جاتا تو وہ شاید آسمان سر پر اٹھا لیتے کہ دیکھو ان لوگوں نے اتنے بڑے قابل آدمیوں کو باہر نکال دیا۔

اُس وقت پبلک کو اُکسانے اور برانگیختہ کرنے کے لیئے مرزا صاحب کو شاید اچھا موقعہ مل جاتا اور وہ شاید یہی چاہتے ہوں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پرنس ثریا جاہ بہادر اور ان کے رفقا کو توجہ دلاتے کہ وہ کیوں اجلاسوں میں شامل نہیں ہوتے اور کیوں انہوں نے ایسی کمزوری ظاہر کی کہ ذرا سی اختلاف رائے سے گھر بیٹھ رہے۔ کیا مرزا حیرت یہ چاہتے ہیں کہ اس **تثلیث مقدس** کی ہی بات مانی جاوے؟ اور کل سفید و سیاہ کا مالک ان کو بنا دیا جاوے؟ وہ یقیناً ایسا نہیں سمجھتے ہوں گے یا کم از کم انہیں نہیں سمجھنا چاہیے پھر قومی خدمت سے فروگذاشت تو ان لوگوں سے ہوئی ہے نہ کام کرنے والوں سے۔

یہ ہے مرزا حیرت کی اس **دلیل** کی حقیقت جو ان کے مضمون کا کل سرمایہ ہے میں آئندہ انشاء اللہ بالتفصیل دہلی کے ان معاملات پر لکھونگا۔ اور دہلی کی پبلک کو جو ان معاملات میں گمراہ کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اور باہر کے مسلمانوں کو جو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے اس سے بچانے کی سعی کرونگا۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم**۔

اگرچہ الحکم ایک مذہبی پرچہ ہے مگر موضوع **اسلام اور مسلمان** ہے اسکے جس پہلو اور حیثیت سے وہ اسلام کی خدمت کی ضرورت سمجھتا ہے اسے اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

اسی بنا پر دلی کے معاملات میں ایسے دخل دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ اگر اس موقع پر دلی کے مسلمانوں کو آگاہ اور خبردار نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ انہیں نقصان پہنچے۔

اسلئے جب تک ضرورت ہوگی اس پر متعدد مضامین شائع کئے جائینگے انشاء العزیز۔

اور اس خیال سے کہ دہلی میں ان کی عام اشاعت ہو یہ مضامین بطریق ضمیمہ الحکم شائع ہونگے۔

ایک سادھو کا اوپدیش

یہہ سچ ہے کہ مین کسی اخبار کا ایڈیٹر نہین جو اپنی مضمون نویسی سے زمین و آسمان کے قلابے ملا کر ناظرین کو خوش کرون مین کسی اخبار کا نامہ نگار بھی نہین جو اپنی میٹھی اور سریلی آواز سے آپکے دل لبھاؤن اوہ! مین بی۔ اے اور ایم۔ اے بھی نہین جو اپنی علمیت اور فضیلت سے شاہراہ کامیابی کا گر تبلاؤن۔ مین مولوی بھی نہین جو اپنے گیان سے ناظرین کے ہردو نکو معرفت نامہ سے سرشار کرون مین ایک بھکشاری رمتا اگر ہون بے درہون بے زر ہون۔ بے پر ہون ہان اس مین کوئی کلام نہیں کہ میرا ہردہ قومی درد سے مجروح ہے مین قوم کا فدائی ہون۔ مین حق کا شیدائی ہون یہ شعر مرا ماٹو ہے۔ ؎

بعد مُردن کے قبر ایسی جگہ ہو دوستو!
ٹھوکرین تربت پہ مارے بچہ بچہ قوم کا

اوہ ہمین بجاے خوشی کے رونا آتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ وہ قومین جن کی مذہب کی بنیادین نقش بر آب ہین وہ اس طرح فنا فی القوم ہوئے ہوئے ہین کہ انکا تن من دھن قوم کے لیے اربن ہے نیچ سے نیچ ذاتوں کو قعر مذلت سے اٹھاکر تہذیب کی چوٹی پر پہنچا دیا مگر اسطرف دیکھیئے اغیار تو اغیار ہم اپنے دکھو بھی بیچار نہیں سکتے ہم ایرشا (حسد) اور دویت سے قوم کے ہونہار نورتنوں کو جو پانی کی جگہ خون۔۔۔۔ سینچ کر قوم کی جڑ کو پتال تک پہونچا رہے ہین ہم انہیں مٹی مین پھینک رہے ہین ہاے ہم مین وحدت نہین اجتماع نہین اخوت نہیں اتفاق نہین ہاے ہم با وجود ایک ہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ گویا ہوکر ہم باوجود ایک خدا کے پرستار ہوکر پھر ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی ڈفلی بجار ہاہے آہ! وہ اسلام جس نے

تمام منش ماتر کو ایک سلک میں منسلک کرنا تھا آج ہم جہاڑو کی سینکوں کیطرح بکھرے پڑے ہیں وہ اسلام جس میں معرفت نامہ اور شانتی کے گیان کی گنگا بہنی چاہیے تھی آج اشانتی کا کیندر (مرکز) بنا ہوا ہے وہ اسلام جس کی باد نسیم نے تمام جہان کے تپے ہوئے دلوں پر شانت کی برکھا کی تھی آج اس میں باد سموم کے جہونکے چل رہے ہیں کیوں جواب صاف ہے کہ دل ٹھیک نہیں ہمارے بزرگ تو ایسے باہمت تھے کہ جنہوں نے رائی کا پربت کر دکھلایا آہ ایک وہ تھے کہ جنہیں تعمیر بنانا آتی تھی۔ ایک ہم ہیں۔ یا اپنی ہی صورت کو بگاڑا۔ دوستو جانتے ہو کہ وہ کونسا منتر تھا جس سے سیدی و مولائی حضرت مسیح موعود نے اس بھارت ورش کو گونجایا۔ وہ کونسا جنتر تھا جس سے امام اعظم نے ہمارے دلوں کو لبھایا وہ کونسا منتر تھا جس سے امام شافعی نے ہدایت کا راہ دکھایا یا وہ کونسا منتر تھا جس سے امام بخاری نے سوتوں کو جگایا۔ آہ ان میں کونسی قوت جاذبہ تھی جسکو دیکھکر اپنے تو اپنے بلکہ راہ چلتے مسافر بھی ”من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری“ کا کلمہ پکار اٹھے وہ بے بہا جوہر وہ انمول رتن ”سنت نبوی“ تھی مگر آجکل ہم ”سنت نبوی“ چھوڑ کر غلط راہ پر پڑ گئے محمد الدین اور محمد عبد اللہ کو چھوڑ کر جارج اور ٹامسن پر لٹو ہو گئے دال روٹی کو چھوڑ کر پڈنگ اور مٹن چوپ کے شیدائی ہو گئے ہم تہبند کو چھوڑ کر کوٹ اور پتلون کے فدائی ہو گئے مگر سنو اور کانوں کے پردے کھولکر سنو! کہ یہ سادہو کیا کہتا ہے۔ ”اللہ اکبر“ کے نعرے سے ہی قوم کی روح جاگے گی یاد رکھو انگریزی فونوگراف سے کام نہیں چلیگا جب تک ہم ان فروعات کو چھوڑ کر ایک بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف نہیں سمجھینگے جب تک ہم دوسرے کی درد کو اپنی درد خیال نہیں کرینگے جب تک ہمارے دلوں میں قومی ہمدردی کی گونج پیدا نہیں ہوگی تب تک ہماری فتح نہیں ہوگی۔ میں پھر کرر بلکہ سہ کرر کہتا ہوں کہ اگر ہم اندھیرے میں سانپ کو رسی سمجھکر پکڑینگے تو ہماری فتح کبھی نہیں ہوگی اور ہرگز نہیں ہوگی اب میں بہت دفعہ کرکر کہہ دیگا اگر آپ واقعی گمراہ (بہرے) ہو گئے تو پھر میرا کوئی گناہ نہیں آپکے ذمہ رہی۔

نوبھے۔ مزید نرنکار کا پریم پتر (ایک سادہو)

اوپدیش نمبر ۲
پرکاش کی پرخاش

پرکاش تو پرخاش میں مشہور ہی ہے اسلیے ہمیں اس بات کا چندان افسوس نہیں۔ ”نیش عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش اینست“ انہوں نے تو اپنے دہرم کی اہنسا کو محض اس بات پر مہمول کر رکھا ہے کہ زبان لاینی بکواس اور دیدہ دہنی بیباکی سفاکی سے لوگوں کے دلوں کو دکھائیں جو اس بیباک کی پرخاش پر واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسکے چیلے شلغم کا سا منہ دیکھکر لوگ ہزارہا صلواتیں بھیجتے ہیں اور اسکے بیجا کو جھوٹا کموڈ کی نمایش بناتے ہیں مگر ہمیں اس سے بڑھکر تو افسوس مسٹر دینا ناتھ حافظ آبادی سابق ایڈیٹر ہندوستانی پر ہے جب آپنے پولیٹکس میں تمنہ کی کھائی ہر دلعزیزی کا نسخہ کارگر نہ ہوا گنگا گئے تو گنگا رام جمنا گئے تو جمنی داس کا منتر نہ چلا جب سلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام کی منافقانہ طرز سے انکا الو سیدھا نہ ہوا تو آپکو مذہبی دنیا میں وقار حاصل کرنیکی دھن دامنگیر ہوئی ”قرآن اور پالیٹکس“ کی شرارت سوجھی مگر کیا ہی خوب ہوتا کہ دینا ناتھ اور اسکا ڈھولچی ایڈیٹر پرکاش پہلے اپنے کیمپ کی پالیٹکس کو سنبھالتے خیر مگر ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ پولیٹکس میں تو اس نے منہ کی کھائی تھی مگر اس مذہبی پالیٹکس میں سر کی کھائیگا سادہو کے اس اصول کو ہمیشہ اپنا دستور العمل بناؤ کہ اپنے شیش محل میں بیٹھکر پتھر چلایا تو پتھر تمہارا تو صرف احتمالی طور پر ہی راہگیر کے سر کو ضرر پہنچائیگا مگر راہگیر کا پتھر تمہارے شیش محل کو چکنا چور کرکے ضرور تمہارا سر بھی پھوڑیگا تم راون کی طرح آسمان کو بیڑیاں مت ڈالو کیونکہ کوئی رامچندر پیدا ہو جائیگا جو تمہارے لاؤ لشکر کو بیخ بنیاد سے لنکا کے بھسم کر ڈالیگا تو کنس کی طرح عیاری مکاری ریاکاری کو اپنا شیوہ مت بناؤ کیونکہ کوئی کرشن پیدا ہو جائیگا جو تمہارے پیٹ کو چاک کر ڈالیگا اور تمہارا تمام مال مٹال باہر آ جائیگا میں حضرت سلیمان کی ہم زبان ہو کر کہتا ہوں کہ نیکوکاری اور نیک شعاری ہی انسانی ترقی کا زینہ ہے تم کسیکو دکھ مت دو کیونکہ تم خود ہی دکھ دیئے جاؤ گے خیر میں اس جگہ وید کی درافشانی سنو جی کی منوہر بانی اسلام کی جاودانی زندگانی کے متعلق عرض کئے دیتا ہوں جس کے کان ہیں وہ سنے جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھے وید کا حکم ہے کہ ”مخالفوں کو آگ کی طرح بھسم کر ڈالو“ بہادر کشا آدمی راج پرش اور رعایا کو چاہیئے کہ جس پر کار اگنی دیوتا بلا کسی قسم کے توقف کے تمام پدارتھوں کو ایک طرفۃ العین میں جلا کر دکھا دیتا ہے ویسے ہی راجہ نیچ لوگوں کی بیخ کنی کرنیکے لیے اس پرکار تن کرے یہ ہے نرم پردے کے نرم نمونے یہ ہے وید کی پالیٹکس آگے اور ملاحظہ فرمائیے جیسے لوہے کے گھن سے تمام چیزیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں اسی طرح واجب ہے نیچ لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرے دیکھو دیانندی بھاشا صفحہ ۲۴۹۔ مگر کانوں کے پردے کھولکر اور آنکھوں کی عینکیں اتار کر قرآن شریف کے احکام بھی ملاحظہ فرمائیے ”قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا“ (الآیہ) خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں اور حد سے مت گذرو جو تم پر ظلم کریں تم اسکا ”ڈیفنس“ کرو کیونکہ تم مظلوم ہو۔

دوستو! ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اسلام کہیں پیشقدمی کا حکم نہیں دیتا اسلام کے جنگ محض دفاعی اور خود حفاظتی کے لیے ہیں بحالیکہ دشمن کالے سانپ اور جانی دشمن ہیں مگر اسپر بھی اسلام ”لا تعتدوا“ یعنی ڈیفنس میں زیادتی نہ کرنی قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں جس میں پیشقدمی پائی جائے دوستو! وید کے منتر اور قرآن شریف کی آیت آپکے سامنے دھر دیا ہے۔ کیا کوئی سعید روح ہے جو اس سے متمتع ہو۔ کیا کوئی حق و حکمت کا اہلاشی ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے

نوبھے۔ نروبہ نرنکار کا پریم پتر (دی سادہو)

...... جو پاپیوں کا بیڑا غرق کردیگا تم ہرکش کیطرح خدا کی

کہ گیا کیا جاوے کہ اللہ راضی ہو جاوے اور ایسے اکسیر لوگ کم نظر آتے ہیں۔ فما اشکوا الا الی اللہ‘‘

ان سطور کو غور سے پڑھو اور اس خواہش کے پورا کرنیکی فکر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمارے امام کی غرض اور مطلوب پورا کرنے والا بنا دے۔ آمین۔

شاہزادہ امن کا پیام قوم کو

رامپور کے مباحثہ میں ظالم طبع امرتسری منکر نے ایک موقعہ پر نہایت درد انگیز پیرایہ میں حاضرین کے جذبات کو اپیل کیا یہ کہکر کہ مرزا صاحب نے ہم پر اسقدر ظلم کیا ہے کہ ہماری لڑکیوں تک کے لینے سے اپنی جماعت کو منع کر دیا اسوقت وہ جوش کی لہر میں اسطرح پر بہا جا رہا تھا کہ اپنی منہ سے بہو بیٹیاں نکل گیا کہ ہماری بہو بیٹیوں نے کیا گناہ کیا تھا جو انکے لینے سے بھی انکار کر دیا۔

اسوقت میری غرض اس ناپاک الزام پر ریمارک کرنا نہیں کہ ایک مولوی کے منہ سے یہ کیسے الفاظ نکل رہے ہیں بلکہ میں یہاں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب مغفور نے اپنی قوم کو کیا پیغام دیا تھا۔ اور کیا فی الحقیقت آپ یا آپ کا سلسلہ برائے وصل آیا ہے یا برائے فصل

اسلئے میں اس ارٹیکل میں اس سوال کے حل کرنے کی کوشش کرونگا اور جہانتک ممکن ہوگا اس معاملہ میں حضرت مرزا صاحب مغفور ہی کے الفاظ پیش کرونگا۔

ایک وقت تھا کہ مسلمان قرآن کریم کے عاشق زار تھے۔ قرآن کریم کے الفاظ انکے تمام جھگڑوں اور اختلافوں کی آگ پر پانی ڈالدیتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمان سعادت میں بعض ملکی معاملات پر سختی کے ساتھ اختلاف ہوا اور باہم اس قسم کے مباحثے ہوئے اگر وہ عصر سعادت نہ ہوتا تو شاید تلوار اسلام کا فیصلہ کر دیتی مگر نہیں چونکہ قرآن مجید حکم اور امام تھا اور وہی سب کے لئے خضر راہ تھا اسلئے جب اسپر آکر بات ٹھہر لی تو سب کے سب سر جھکا دیتے اور اسکو اپنے لئے کافی سمجھتے تھے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ اسکے سمجھنے کے لئے کبھی کوئی کسی پر اس قسم کی نکتہ چینی نہ کرتا کہ تونے شامی یونیورسٹی کی ڈگری حاصل نہیں کی یا فلاں اور فلاں مدرسہ کی سند تیرے پاس نہیں بلکہ ایک فاضل سے لیکر ایک وحشی بدوی تک قرآن کریم کے مضامین کو بڑی آسانی سے سمجھتا اور فی الواقع لقد یسرنا القرآن فھل من مدکر پر ایمان لاتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اندر باہر انکے لئے یہی رہنما اور ہادی تھا۔

اس زمانہ کے حالات سے اگر مسلمان واقف ہوتے یا اسوقت انکو واقف کرنے کی کوشش کیجاوے تو معلوم ہو جاوے کہ مسلمانوں کو کتاب اللہ کی کس درجہ کی محبت تھی اور اسپر عمل کے لئے کسقدر جوش تھا۔

فدائے اسلام حضرت صدیق اکبر جب مریض ہوئے۔ اور مرض کا غلبہ ہوا اس حالت میں کسی صحابی نے فرط شوق سے آپکے کسی مدحیہ قصیدہ کے کچھ شعر پڑھے مگر جونہی صدیق اکبر کی آنکھ کھلی اسی حالت مرض میں فرمایا کہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ قرآن مجید کی بجائے کسی شاعر کا قول سنوں یہ تھی محبت قرآن کریم کی اور یہ تھا عشق کتاب مجید کا۔

حضرت فاروق اعظم کا کمال عشق تو اسی ایک واقعہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں کاغذ اور قلم طلب کی تو فاروق اعظم باوجود اسکے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نہایت درجہ کا احترام اور ادب کرتے تھے اور آپکی محبت میں سرشار تھے مگر بول اٹھے حسبنا کتاب اللہ

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت فاروق کی جوش محبت کی وجہ سے حالت بدل گئی اور بڑے جوش کے ساتھ آپ شمشیر بکف نکلے اور کہا کہ اگر کسی نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو اسکے اور میرے درمیان یہ تلوار فیصلہ کریگی یہ تاریخی واقعہ ہے اس سے آپ کی محبت اور عشق رسول کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن اس جوش کو اعتدال پر لانے والی وہ کیا چیز تھی؟ قرآن مجید۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے جونہی۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھا فاروق اعظم کی اس جوش کی آگ پر پانی پڑ گیا اور آپنے تلوار ہاتھ سے رکھدی اور سب جوش فرو ہو گیا۔ یہ تھا قرآن

مجید کے ساتھ عشق و محبت کا نمونہ اور اسکی اطاعت کے پاک جذبات کا اسوۂ حسنہ۔ مگر اب تیرہ سو سال کے بعد حالت بدل گئی ہے۔ مسلمانوں نے مسلمان کہلاکر قرآن مجید کو اختلاف مٹانے کی بجائے اختلاف کا ذریعہ قرار ... دیا۔

- انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اگر قرآن مجید ہی انکی نزاعون اور **اختلافات** کا حکم ہوتا اسکی عدالت میں انکے تمام دینی اور دنیاوی قضایا جاتے تو ایک آن میں سب کے سب جھگڑے مٹ جاتے۔ مگر وہ پاک خدمات نہ رہے وہ ادب **کتاب مجید** کا نہ رہا اور وہ زمانہ آگیا جسکے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے نہ اتریگا۔

ایسی حالت میں وعید کے موافق ایک **مامور** آیا اُسکا دعویٰ انوکھا اور نرالا دعویٰ نہ تھا اس سے اسلام کی فضیلت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوتا تھا مگر نہیں جہاں **ہفتاد و دو ملت** کے جھگڑے پہلے سے اسلام کی بنیادوں کو کمزور کر رہے تھے مسلمان کہلانے والے ہاں علماء کہلانے والوں نے پوری طاقت کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا۔ قریب تھا کہ یہ لوگ اپنی اجتماعی قوت اور طاقت کے ساتھ اسکو **قتل** کر دیتے مگر اسکے ساتھ بھیجنے والیکا وعدہ تھا کہ ایسا نہیں ہو سکیگا اُسنے انکو کیا کہا؟ یہی کہ آسمانی فیصلہ کو قبول کرو۔ اور قرآن مجید کے سامنے اپنا سر رکھدو مگر مقابل طرف سے جواب دیا گیا **انت کافر انت کافر**۔

اسپر اسنے کہا۔

"اے بزرگو! اے قوم کے منتخب لوگو! اے مولویو! خدا تعالے آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ خدا تعالی سے ڈرو اور اپنی زبان کو تکفیر سے تھام لو خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں"

مگر کسی نے نہ سنا۔ اور اُلٹا اُسپر الزام لگا کر اسنے قوم سے قطع تعلق کیا۔ میں کھلے الفاظ میں باواز بلند کہتا ہوں کہ وہ **شاہزادۂ امن تھا** اور امن کے زمانہ میں آیا اور امن لیکر آیا۔ وہ تلوار چلانے نہیں بلکہ صلح کرانے آیا تھا مگر اُسکی بات کو بہت ہی کم لوگوں نے سنا۔ جنہوں نے سنا اُنہوں نے دیکھا کہ اُسکی پاس آکر شیعہ۔ **سنی**۔ **مقلد**، غیر مقلد کے سب جھگڑے رفع ہو گئے ایک ہی **مقام** اسنے سبکو کھڑا کر دیا۔

وہ نزاع جو صدیوں سے مسلمانوں کو تباہ کر رہی تھی اُسکے دم سے یکدم جاتی رہی اُسکی جماعت میں ہر فرقہ سے لوگ آکر شامل ہوئے۔ مگر انمیں وہ امتیاز اور جھگڑا نہ رہا۔ انمیں وہی روح پھر آیا جو خیرالقرون میں تھا۔

اسنے متعدد مرتبہ اپنی قوم کو **پیغام صلح** دیا مگر کسی نے توجہ نکی یا ان لوگوں نے جو ذمہ دار تھے توجہ کرنیکی؟ اسکے جواب وہ **علماء** ہیں یا **امرا** جو قوم کے **دماغ** اور **جسم** کا کام کر رہے ہیں۔ علماء اگر تنگ خیال تھے تو امرا تو آزاد خیال اور **لبرل** تھے کیوں انہوں نے لبیک نہ کہا۔

۵ / مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو آپنے **الصلح خیر** کے عنوان سے ایک اشتہار دیا۔ اس میں لکھا "مجھے **علماء قوم** جو میرے **مکذب** اور **مکفر** ہیں یا میری نسبت متذبذب ہیں آج پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایکمرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کی درخواست کروں۔

مصالحت سے یہ مراد نہیں کہ میں آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں یا اپنے عقیدہ کی نسبت اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ بلکہ اس جگہہ مصالحت سے صرف مراد ہے کہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں اور کسی تحریر یا تقریر میں یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نکریں اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب ہے اور شائستگی ہے فریق ثانی کی مدارات کریں بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانیکے لیے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں"

پھر ۲۵ / فروری سنہ ۱۹۰۸ء کو ایک نئی تقریر میں آپنے فرمایا "ہم طیار ہیں کہ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ صلح کرلیں اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے مگر میں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ مخالفین ہم سے صلح کرلیں ملنا جلنا شروع کر دیں بے شک اپنے اعتقاد پر رہیں ملاقات سے اصلی حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ امرتسر کے بعض مخالف سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے منکر ہیں

اور شراب پیتے ہیں ایسی بدظنی کا بھی سبب ہے کرده ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں اس قسم کا انقطاع تو کمزور لوگ کرتے ہیں کہ بالکل الگ ہو جائیں۔"

غرض ہر طرح سے موقعہ دیا گیا مگر تفریق پسند لوگوں نے ہم سے ملنا پسند نہ کیا اب اگر ہم الگ نہ ہوتے تو کیا کرتے باوجود اسکے بھی ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی حالت کا اندازہ کریں اور اسوقت دیکھیں انکی کیا حالت ہو رہی ہے۔ جو وقت وہ باہمی **مخالفت** اور ایک دوسرے کی تذلیل اور تخریب میں خرچ کر رہے ہیں اسے مخالفین اسلام کے **جواب** اور رد قلم میں خرچ کریں۔ اور اپنے جھگڑوں کو **قرآن مجید** کے سامنے رکھدیں۔ اپنے **اخلاق و طرز عمل** سے دوسروں پر اثر ڈالیں۔ اپنے شیرازہ کو منتشر کر کے دشمنوں کو موقعہ ندو کہ وہ تمہیں ہڑپ کر جائیں۔ اور وہ ہر طرف سے اس فکر میں ہیں کہ تمہیں کھا جائیں اگرچہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ **اسلام غالب** ہوگا اور اسکی تمکین ہوگی۔ لیکن جو کام آج ہو سکتا ہے اسے اور کئی سالوں پیچھے کیوں ڈالتے ہو؟۔

یہ بالکل سچ ہے کہ ہم ان صداقتوں کو ہاتھ سے نہیں دے سکتے جنپر ہم بصیرت کے ساتھ قائم ہیں۔ مگر اسلام یا مقدس اسلام کی حفاظت اسکی خدمت ہم سب کا مشترکہ کام ہے اگر وہ ہتیار جو ہمیں خدا تعالیٰ نے دیئے ہیں اسلام کی تائید اور کفر اور باطل کی تردید کیلئے لاجواب ہیں تو انکے اختیار کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ بلکہ شرح صدر سے آگے بڑھو۔ ہمارے امام نے تم سے گالیاں سنیں اور شکر کیا کہا۔

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہدار
کاخر کنند دعویٰ حب پیمبرم

خدا کے لئے **سوچو** ایسا وسیع حوصلہ اور **فراخ سینہ** ہر شخص کا نہیں ہوا کرتا نبی کریمؐ کی **عزت** اور **جلال** کے لئے **قرآن مجید کی شوکت** اور **صداقت** کے اظہار کے لئے جو کوشش ہم کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں تم کیوں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ آؤ اور آگے بڑھو تاکہ وہ کام ہو جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔

اسلام کی عزت و احترام کیلئے کوشش کا وقت ہے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ ظاہر ہو۔ وہ ظاہر ہو کر رہیگا مگر مبارک ہونگے وہ لوگ جو اپنی اجتماعی طاقت سے **حبل اللہ** کو مضبوط پکڑ لیں۔ اللھم اجعلنا منھم آمین۔

ایڈیٹوریل بریف نوٹس

سادہ سنگت قادیان حضرت امیر المومنین کی سرپرستی میں یہ مختصر سی انجمن خاموشی کے ساتھ اپنا تبلیغ کا کام کر رہی ہے حال میں چار ٹریکٹ چار ہزار تعداد میں چھپوا کر تقسیم کر رہی ہے۔ ان ٹریکٹوں کے نام یہ ہیں۔ **تیرتھوں کا کھنڈن۔ مورتی پوجا کا کھنڈن۔ آواگون کا کھنڈن۔ اسلام اور سکھ دھرم** یہ چاروں ٹریکٹ گرمکھی میں چھاپ کر تقسیم کئے جاتے ہیں جو صاحب سکھوں میں انکو تقسیم کرنا چاہیں وہ آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر سکرٹری سادہ سنگت قادیان سے اسکی جلد منگوالیں۔ اسکے بعد ایک عجیب اور ضروری ٹریکٹ لکھا جا رہا ہے وہ **ہندو اور سکھ** ہے۔ جسمیں یہ ثابت کیا جائیگا کہ سکھ ہندو نہیں ہیں۔ اس قسم کے ٹریکٹ کثرت کے ساتھ شائع ہونے چاہئیں سادہ سنگت ارادہ کرتی ہے اور اسکو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ وہ دسمبر تک کم از کم چالیس ہزار ٹریکٹ شائع کریگی جو صاحب اس نیک کام میں کچھ بھی مدد دینا چاہیں وہ روپیہ براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیجدیں اور اسکی اطلاع سکرٹری صاحب سادہ سنگت قادیان کو دیدیں۔ سادہ سنگت کے ممبروں میں بڑے بڑے آدمی نہیں ہاں اسکے سرپرستوں میں ایک ہی انسان ہے جو چار لاکھ کا امام ہے۔

سادہ سنگت نمایش سے کوئی کام نہیں کریگی بلکہ خاموشی سے اپنا کام کرتی جائیگی۔

جو لوگ ایسی مجلس کی ضرورت سمجھینگے یا اسکے کام سے ہمدردی رکھینگے وہ خود اسکی طرف متوجہ ہونگے یہ سادہ سنگت کے ممبروں کو کامل یقین ہے۔

اسلام اور پولیٹیکل اس عنوان پر الحکم میں میں نے لکھنا شروع کیا تھا کہ منشی محمد حسین صاحب نے چھاونی لاہور سے مجھے لکھا کہ وہ اسپر لکھنا چاہتے ہیں پس میں نے اپنی توجہ کسی اور کام کی طرف کرنی مناسب سمجھی اب اس عنوان پر انکے لکھے ہوئے مضامین شائع ہونگے میں بھی ضرورتاً کچھ لکھونگا۔

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

جمعہ گذشتہ کو حضرت امیر المومنین نے اس حدیث پر خطبہ پڑھا۔ اسکے ساتھ اور بھی تین حدیثیں آپنے پیش کی تھیں۔ خطبہ کے شروع میں آپنے فرمایا کہ اپنے پیشہ طب کے لحاظ سے اصلاح مرض قوم کے نسخہ کو تبدیل کرتا ہوں

کیا عجب اللہ تعالیٰ اسی میں شفا رکھ دے
اس حدیث کو پڑھ کر فرمایا کہ مومن مومن
ہو ہی نہیں سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے
وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
پھر آپ نے قوم کیطرف خطاب کرکے کہا
اپنے ایمانوں کا محاسبہ کرو اور سوچو کہ اس
حدیث کے معیار پر کہاں تک ایمان ہے۔

ہمارے اخلاق کا معیار

ہماری ہمدردی ہماری **اخوت** ہمارے **اخلاق** کا معیار بہت ہی گر گیا ہے ہم کسی کے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے اسکی تکلیف پر ہنستے ہیں۔ ہماری محفلیں اور مجلسیں ایسے اذکار سے گرم ہوتی ہیں ہماری **اخوت** کا معیار یہ ہے کہ ہم اپنے کمزور بھائی کے گرانے میں اپنی کامیابی اور اپنی دانشمندی یقین کرتے ہیں۔ ہمارے اخلاق کا معیار یہ ہے کہ ہم اپنی **بد اخلاقی** کو دوسروں کی **بد اخلاقیوں** کی پناہ میں آسانی سے چھپا لیتے ہیں اور یہی ہمارا کمال ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہم **استخواں فروشی** سے فائدہ اٹھانے کے عادی ہیں۔ ہم بڑی دانشمندی کے ساتھ یہ وعظ کر سکتے ہیں کہ اپنے گرے ہوئے بھائی کو اٹھاؤ اور انکی مدد کرو انکا ہاتھ پکڑ لو مگر جب ہمیں خود موقعہ ملتا ہے تو ہم دھکا دیکر اسی گڑھے میں گرانے سے نہیں چوکتے یہ سب کچھ کیوں ہے؟ ہماری اخلاقی جرأت کم ہو گئی ہے ہم نمائش کے دلدادہ ہیں۔

ہم میں **قومی احساس** نہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہم میں دردمند دل نہیں جو اخوت کے حقوق کو دیکھ کر بیقرار ہو جائے

ایسی باتوں کا **اظہار** قومی عیب شماری کیا جاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں یہاں آؤ اور ہر روز ایک **دردمند** کی صدا سنو کہ اس کو کیا نکلتا ہے اگر یہ امراض قوم میں نہیں تو اس منہ سے یہ آواز کیوں نکلتی ہے؟

دوسروں کی تباہی ہماری اصلاح کا ذریعہ نہیں

بعض اوقات جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اندرونی یا بیرونی مخالفوں کو کسی نہ کسی وجہ سے نقصان پہونچ رہا ہے تو ہم خوشی کا اظہار کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ہماری کوئی اصلاح ہو سکتی ہے؟ اسکا جواب صاف ہے ہرگز نہیں۔ **مومن** تو جب دیکھتا ہے کہ اسکے دشمن اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کو تباہ کر رہے ہیں اور آپس میں کٹ کر مر رہے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کے احسانات کو دیکھکر اور بھی شرمندہ ہوتے ہیں انہیں زیادہ فروتنی اور انکسار پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کا کوئی رشتہ نہیں جن اسباب کے ماتحت ایک قوم جو ہماری مخالف ہے ہلاک ہو رہی ہے انہیں اسباب کے نیچے ہم صرف **مسلمان** کہلا کر بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ اسباب اور نتائج کے علم سے جو لوگ واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ نتائج میں فرق نہیں ہو سکتا پس چاہیے کہ ہم دوسروں کی مٹتی ہوئی ہستی کو دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور ان اسباب ہلاکت سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے۔

قومی کاموں میں دلچسپی لو

قومی کاموں کے ساتھ دلچسپی پیدا کرنا ہمارا قومی فرض ہے اگر ہم صرف اتنا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنی کمائی میں سے چند پیسے یا چند روپیہ ماہوار یا سالانہ دیدینا ہی کافی ہے تو یہ قومی کاموں کے ساتھ کسی ہمدردی یا دلچسپی کا ثبوت نہیں بعض وقت روپیہ پیسہ کی بجائے بہترین رائے زیادہ مفید اور قابل قدر ہو سکتی ہے۔ اسلئے قومی کاموں کے ساتھ سچی دلچسپی اسیوقت پیدا ہو سکتی ہے جب ہم ہر پیش آمدہ امر کے تمام پہلوؤں پر غور کریں اور اپنی رائے کو پیش کرنے میں کبھی تامل نہ کریں اور اسبات کی ہرگز پرواہ نہ ہو کہ وہ سنی جائیگی یا نہیں یہ ہمارا کام نہیں بلکہ کام کرنے والے ذمہ دار لوگوں کا کام ہے ہمارا فرض نہیں ہمارا فرض صرف اتنا ہی ہے کہ جو قومی کام ہمارے سامنے ہو اسکی بھلائی کے لئے یا تکمیل کی خاطر کوئی امر ہماری سمجھ میں آوے فوراً پیش کر دیں۔

صدر انجمن کا سالانہ بجٹ

صدر انجمن کا مالی سال ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء میں ختم ہو جائیگا۔ اسلئے اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء سے ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء تک کے لئے جدید بجٹ کی طیاری کا مسئلہ ذمہ دار عہدہ داروں کے سامنے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حسب معمول پیشتر احمدی انجمنوں کے پاس بھی بغرض اظہار رائے جائیگا اسکے بعد مناسب ترمیم و تنقیح کے بعد وہ پاس ہو گا۔

بجٹ کا سوال بڑا ہی قابل غور سوال ہے اسلئے احمدی انجمنیں اسکے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی تکلیف اٹھایا کریں۔ اور سلسلہ کی مدآت خرچ میں اشد ضروری کو مقدم کرنا اپنا فرض سمجھیں۔ میری سمجھ میں اگر بجٹ کے ساتھ ہی اخراجات کے سال تمام کے [illegible] بھی پیش ہو جایا کریں تو شاید احمدی انجمنیں ان کی ہر قوم کے متعلق غور کر سکیں [illegible] ہو۔ اور اسطرح سالانہ رپورٹ [illegible] کے ہمراہ ہی طیار ہو جایا کرے تو اچھا ہے

سالانہ رپورٹ کا انحصار بھی تو مالی سال ہی پر ہوتا ہے جبکہ سال ستمبر میں ختم ہو جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ رپورٹ بھی ستمبر ہی تک کی ہو اور میری سمجھ میں ہو گا بھی ایسا ہی اسلئے اکتوبر کا مہینہ میں بطور سالانہ رپورٹ کے شائع ہو جایا کرے۔

اور بجٹ کے ساتھ حرف مختصر اشارات کافی سمجھے جایا کریں جس سے اس کام کے مفید یا غیر مفید یا ضروری اور اشد ضروری کے نتائج قوم اخذ کرسکے

غرض بجٹ پر پورا غور ہونا چاہیئے۔ اور اسکے متعلق احمدی انجمنوں کو کامل فکر کے بعد رائے دینی چاہیئے۔

اور معقول عرصہ پیشتر یہ بجٹ احمدی انجمنوں کے پاس بھیجنے کی کوشش کیجائے گی۔

خلافت

جب خداوند تعالیٰ نے انسان کو دو قوتوں۔ ملکیت۔ بہیمیت۔ کا مجموعہ بنایا ہے۔ بہیمیت ایسی قوت ہے جسکے بے موقعہ استعمال سے بہت سے فسادات اور خونریزیوں کا اندیشہ ہے۔ اسیواسطے فرشتوں نے خدا کے اس ارادہ پر کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ عرض کیا تھا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء مگر اس انتظام کے متعلق اسکے پیدا کرنیوالے کو بخوبی علم تھا اسلئے ارشاد فرمایا۔ انی اعلم ما لا تعلمون اور ملکی قوت کو غالب کرنے اور بہیمی طاقت کے مناسب استعمال کے لیئے یہ انتظام فرمایا کہ بنی آدم میں سلسلہ خلافت (نبوت) قائم کر کے ارشاد فرمایا فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

بنی آدم کو ان دونوں قوتوں کے علاوہ ایک اور جوہر لطیف عقل عطا فرمایا اور اسی جوہر کے باعث انسان الٰہی احکام کے تعمیل کا مکلف کیا گیا۔

مگر عقل کی مثال آنکھ کی ہے کہ آنکھ میں قوت بصارت تو موجود ہے مگر بلا امداد دوسری روشنی کے مثلاً آفتاب کی روشنی یا چراغ و مشعل کے کچھ دیکھ نہیں سکتی۔

ایسا ہی عقل بھی بدیہات اور محسوسات کو بلا امداد و تجربہ کے جانچ نہیں سکتی۔ اور اشیاء غیر محسوس اور غیر مرئی۔ جیسا کہ خدا کے ذات اور صفات کا علم یا روح کی کیفیت یا آئندہ آنے والے عالم کی واقفیت یا خدا کی رضامندی اور نارضامندی کی سمجھ عقل بلا اعانت کسی دوسرے معاون کے معلوم نہیں کر سکتی اور اسکا وہ معاون الہام الٰہی ہے۔ اسلئے قوت بہیمیہ کے قابو رکھنے اور ملکی قوت اور روحانی ملکہ کی ترقی کے لئے الہام الٰہی کا ہونا ضروری تھا اور اسکے اظہار اور صدور کا ذریعہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو خدا کی طرف سے خاص فطرت پاکر پیدا ہوتے ہیں اسواسطے خاص خاص بندوں کو مخصوص فرما کر حکم دیا کہ تمہارے پاس تم میں سے میرے رسول آوینگے اور میری آیتیں تمکو پڑھ کر سنائینگے اور تمکو پاک کرینگے۔ اور تمکو حکمت اور دانائی کی باتیں سکھلائینگے۔ چنانچہ اسی قاعدہ کے بموجب بنی آدم میں سے خدا کے مرسل وقتاً فوقتاً آتے رہے اور اپنے آمر کے حکم اُن لوگوں کو جنکے لیئے وہ مبعوث ہوئے سناتے رہے۔ جن لوگوں نے اس خلیفۂ وقت (نبی) کی اطاعت کی وہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کے وعدہ کے حقدار ہو گئے۔ اور جنہوں نے بہیمی قوت کے محکوم ہو کر ان مرسلوں کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور ما وجدنا علیہ آبارنا کہہ کر وہ ہدایت سے دور اور اسکے عذاب کے مستحق ٹھہر گئے۔

انسانی فطرت پر غور کرنے سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انسان کسی حکومت کے ماتحت رہے۔ حکومت سے آزاد رہنا اسکی بہیمیت کو کھلا چھوڑ دینا ہے۔ جو ساری بُرائیوں اور فسادوں کی بنیاد ہے۔

گو بنی آدم نے اپنے ظاہری اور جسمانی انتظام کے لیئے سلطنت کا سلسلہ قائم کیا مگر چونکہ انتظام کے ساتھ عقل کا وہ زبردست اور قوی رہنما (الہام) معاون نہیں تھا اسلئے اُنکی بہت سی غلط کاریوں اور خود رویوں سے مخلوق الٰہی پر بہت سے مظالم اور فساد برپا ہوئے۔ لیکن چونکہ قدرت کو اپنا کامل انتظام روحانی اور جسمانی قائم کرنا منظور تھا اور عقل انسانی بھی اس درجہ کے قریب پہنچ گئی تھی کہ اس انتظام کے حسن و قبح کو بخوبی سمجھ سکے اخیر زمانہ میں ایسے ملک اور قوم میں جو انسانی خصلتوں سے معرا تھے۔ ایسے شخص (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) جو ظاہری عقل و علم و تجربہ سے امی محض تھے۔ بذریعہ وحی اپنا کامل اور مکمل ہدایت نامہ دیکر تمام بنی نوع انسان کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور آپنے اپنے مولا کی ہدایت کے بموجب پورا پورا عمل کر کے روحانی اور جسمانی معاشرت نمونہ قائم کر دیا۔ اور آپکے متبعین نے اپنے حقیقی احکام کی سچی سچی پیروی کر کے

دنیا کو دکھلا دیا کہ دنیاوی حکومت اسطرح ہونی چاہیے۔ اور روحانی مدارج یوں حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ خلافت راشدہ کا نمونہ اسکا عملی گواہ موجود ہے۔ موجودہ زمانہ کے عقلاء اور فلاسفروں نے دنیاوی انتظام سلطنتوں کے متعلق اکثر امور میں اُنہیں کی تقلید کی ہے۔ گو وہ اسکو تسلیم نکریں۔ آنحضرت صلعم کے خلفانے روحانی اور جسمانی ترقی کا راز عملاً کھول کر دکھلا دیا۔

اسوقت کی ظاہری سلطنتوں کے احکامی امور جمہوری سلطنت۔ مجلس تقرری کا تقرر۔ اور محکوم قوموں آزادی۔ رعایا کی حفاظت۔ اور عدالت بندوبست۔ صرف انہیں کی پیروی کا نتیجہ۔ اگر کوئی متعصب مخالف اس امر سے انکار کرے تو ہمکو چھٹی صدی عیسوی سے پہلے کی کوئی قواعد انتظام سلطنت دکھلائے۔ یہہ ہم مانینگے کہ یہ فلاسفروں کا عقلی چراغ ہے۔

اب میں اس مضمون میں لفظ خلافت کی تحقیق کرتا ہوں۔ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ اور قدرت کا اس حکم انی جاعل فی الارض خلیفہ سے یہی منشاء تھا کہ بنی آدم میں اسکی روحانی ترقی اور درستی اخلاق وحسن معاشرت کے احکام اپنا ایسا جانشین مقرر کرے جو اسکی منشاء کے مطابق بنی نوع انسان کی اصلاح کرتا رہے چنانچہ وقتاً فوقتاً اسکے خلفاء آتے رہے اور نشأتہ انسانی کو الہام الٰہی کے بموجب ہدایت [illegible] تبلیغ کرتے رہے گو بہت سے خلفا کو انکے مقاصد میں کم کامیابی ہوئی۔ مگر یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور ان خلفا کی نافرمانی کے باعث بہت سی قومیں خدا کے عتاب اور عذاب میں بھی آتی رہی ہیں آخر زمانہ میں جو خلیفہ مقرر ہوا اسنے تمام جنس انسانی کو قولاً اور فعلاً قدرت کی منشاء سے آگاہ کر دیا۔ خلیفہ ہونے کا استحقاق اسی شخص کو ہے جو روحانی قابلیت رکھتا ہو۔ اسلام کا تنزل اسی وقت سے شروع ہے جب سے تقرر خلیفہ کا قاعدہ اسلام سے موقوف ہو گیا۔

جب تک خلافت کا قاعدہ اسلام میں جاری رہا اس مذہب نے معاش ومعاد میں کیسی ترقی کی۔ مگر جب یزید جیسے ناخلف لوگوں نے الٰہی نیابت کو موقوف کر کے شخصی سلطنت طریقہ جاری کر لیا اسیوقت سے اسلام میں ضعف آنا شروع ہو گیا۔ اور اس درجہ تک ضعیف ہو گیا کہ صرف اسلام نام باقی رہگیا اور اسلام موجودہ زمانہ کے کفار قوموں کے رنگ میں رنگے گئے اور اسلام کے محافظ مولوی صاحبان جو اپنے لئے حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سند پیش کرتے ہیں۔ نادان دوست ثابت ہوئے۔ اسلئے خداوند تعالےٰ نے اپنے وعدۂ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔ یا وعدۂ استخلاف عین اسکے بانی کی پیشگوئی کے مطابق اس دجالی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خلیفہ مقرر فرمایا اور شرف مالہ بخشا۔ اور حضرت ممدوح نے بموجب حکم قرآنی مسلمانوں کی ایک جماعت قائم کر کے اسلام کی اصلی صورت پیش کر دی اور دشمنان اسلام کو دلائل اور براہین کے حربہ سے شکست فاش دیکر اسلام کی حفاظت کا پورا سامان کر دیا اور مفوضہ خدمت ادا کر کے اپنے مولا سے جاملے۔

اب یہاں یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ خلافت کے لئے کسی دنیاوی حکومت کی بھی ضرورت ہے؟ جہانتک اس سوال پر غور کیا جائے اسکا یہی جواب ہو سکتا ہے کہ اگر اب بہی ہم خدا کے فرستادہ مسیح موعود کے جانشین کی روحانی حکومت کو تسلیم کریں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے یہی سلسلہ جاری رہے اور وہ ہم میں الٰہی قانون کے مطابق حکم کرتا رہے تو ہمکو دنیاوی حکومت کی ضرورت ہی نہیں۔ ہماری موجودہ دنیاوی حکومت ہماری جان و مال کی حفاظت اور ہماری مذہبی آزادی کی ذمہ دار ہے اور نہایت منصفانہ طور سے ہمپر حکومت کر رہی ہے۔ اور اسکے اطاعت بھی ہمارا فرض ہے مگر ہمکو چاہیئے کہ اپنے ساری معاملات اور تنازعات میں قرآن اور محمد رسول اللہ کی حکومت کو اپنے اوپر بموجب وعدہ وقت بیعت (کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرینگے) بکلی وارد کر لیں اور ہمارا خلیفہ ہمکو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت رکھے۔

پھر دیکھ لیں کہ اسلام کیسے ترقی کرتا ہے ہمکو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ مسلمانوں دیکھا تمہارا خدا تمکو کیا حکم دیتا ہے۔ تم تو ایمان والے بھی نہیں ہو سکتے جب تک تم محمد رسول اللہ صلعم کی حکومت (جس کا حکم دینے والا تمہارا خلیفہ ہے) اپنی دلی خوشی

سے تسلیم نہ کرلو - اسلئے اگر اس آیت کے حکم کے بموجب محمد رسول اللہ کے نائب مسیح موعود کے جانشین کو احکام الٰہی کی بجا آوری کا ذریعہ سمجھکر اپنا حاکم بنالیویں اور اپنے سارے تنازعات اور خصومتوں میں اسکے فیصلہ کو خوشی سے مان لیویں تو ہمارے دین اور دنیا کی بہتری ہو سکتی ہے -

سو اے احمدی جماعت! اے آخرین منہم کے گروہ جبکہ تمنے خدا کے مسیح سے یہ عہد کرلیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرینگے تو تم کیوں اپنے سارے معاملات اور تنازعات کو اپنے موجودہ خلیفہ کے روبرو پیش نہیں کرتے - اور خدا و رسول کے حکم برخلاف دنیاوی عدالتوں میں ذلیل ہوتے ہو -

ہمارے ملک کے بہی خواہ تو اس امر کے درپے ہیں کہ ہمارے تنازعات پنچایتوں کے ذریعہ فیصل ہوا کریں ۔ چنانچہ گورمنٹ کے حضور اسکا مشورہ درپیش ہے اور تم کیوں اپنا فیصلہ اپنے مذہبی پیشوا سے نہیں کراتے -

یہ خوب یاد رہے کہ کہ ہمارے سلسلہ میں جب تک ہمارا دینی حاکم موجود رہیگا اور ہم اُسکی حکومت دین کے سچے دل سے اطاعت اور فرماں برداری کرتے رہینگے ہم کبھی گمراہ نہیں ہونگے اور نہ ہمکو کوئی دنیاوی مشکلات (مقدمات وغیرہ) درپیش آئینگے اور اسلام ایسے ہی ترقی کرتا رہیگا - جیسا کہ خلفاء راشدین کے وقت کی تھی - کیونکہ انسان کے لئے اپنی حکومت سے آزادی ہی ایسی بلا ہے جو اسکو پھر ضلالت میں پھینکدیتی ہے ۔

اس آزادی ہی کے باعث اسکی بہیمیت اسکی گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور شیطان کے پھندے میں پھنس جاتا ہے -

اسیواسطے خدا تعالی نے فرمایا ہے جو شخص میری ہدایت پر عمل کریگا وہ گمراہ اور شقی نہوگا - اور اس ہدایت پر عمل کرنے کیلئے قرآن شریف کا کاغذ اور حروف کچھ کام نہیں دے سکتے اور ان کاغذات کی موجودگی ہی میں مسلمان شتر بے مہار ہوکر وادی ضلالت میں بھٹکتے پھرے

مگر جب خدا تعالی نے اپنے مستمرہ قاعدہ کے بموجب ہم میں سے ایک شخص (مرزا صاحب) کی قابلیت دیکھکر ہمپر خلیفہ مقرر فرمایا تو دیکھ لیں اسلام کا کیسا نورانی چہرہ چمکنے لگا - اسیطرح اگر ہم ہمیشہ اس الٰہی قانون کی پابندی کرتے رہینگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے -

کیونکہ ہمپر ایک ایسا حاکم نگران رہیگا جو ہمارے ہر ایک فعل اور عمل کی درستی کرتا رہیگا اور ہماری روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرتا رہیگا -

اگر ہم اس حکومت آزاد ہوگئے تو ہم پھر اُسی گڑھے میں گرینگے جہاں سے ہمکو حضرت مسیح موعود صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے نکالا ہے -

غلام احمد از کاٹھ گڈھ
ضلع ہوشیارپور

احمدی جماعت کے جلسے

جہانتک مجکو احمدی جماعت کے جلسوں میں شامل ہونیکا فخر حاصل ہوا ہے یا بذریعہ اخبارات اُن جلسوں کی تحریری کارروائی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے تو یہی ثابت ہوا ہے کہ فلاں صاحب نے توحید پر ایسا وعظ کیا اور فلاں حضرت نے صداقت اسلام پر ایسا پر اثر لیکچر دیا وغیرہ وغیرہ - اگر یہ جلسے اسی غرض کے لئے منعقد ہوتے ہیں تو یہ مطلب تو عمدہ طرح سے حاصل ہو رہا ہے -

مگر موجودہ زمانہ کے دیگر جلسوں اور مجلسوں کو جب دیکھا جاتا ہے تو اُنمیں یہ کارروائی ہوتی ہے کہ اُس مجلس کی مشترکہ اغراض کی کسی عملی تکمیل کے لئے تجویزیں پیش ہوتی ہیں اور اُسمیں سے ایک تجویز کو پیش کرکے رائے زنی ہوتی ہے اور اخیر پر وہ تجویز کثرت رائے سے پاس ہوتی ہے اور اسکی عملی کارروائی کے لئے کوشش ہوتی ہے -

ہمارے امام ومقتدا کی بعثت کی اصلی غرض صرف قرآنی احکام کی تعمیل تھی یا اسلام کے دشمنوں سے اُسکی حفاظت سو اپنے یہ دونوں کام اپنی زندگی میں پورے کرکے دکھا دئے - اور وعظین بھی زیادہ پر اثر اسی شخص کی تہیں جو قرآنی احکام کا عملی نمونہ تھا - یا اُنکے دوسرے نمبر پر ہمارا نور دین ہے اور محمود ہے -

میری اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ ہمارے دیگر واعظوں کے وعظ میں اثر نہیں ہے یہ بھی پر اثر ہیں مگر ہمکو اپنے امام کی اُسی پہلی غرض کی تکمیل میں جد وجہد ضروری ہے کیونکہ ہماری جماعت میں ابھی بہت سی کمزوریاں اور فروگذاشتیں باقی ہیں جو سراسر حکم قرآنی کے برخلاف ہیں اور اُنکے دور کرنے کیلئے یہ بھی

ضمیمہ الحکم

(نمبر اول)

گفتن نتوانیم و نہفتن ہوانیم

یوں تو ہر جگہ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر اور پراگندہ ہے اور انمیں باہم حسد و بغض اس درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ قومی کام سخت خراب ہو رہے ہیں مگر دہلی میں یہ بلا آج کل خطرناک طور پر پھیل رہی ہے دنیا میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے دل میں اپنی قوم کے لئے درد اور سر میں فکر ہوتا ہے۔ اور ایک وہ ہیں کہ خود تو کچھ کر نہیں سکتے مگر کرنیوالوں پر ہمیشہ نکتہ چینی کرنا اور انہیں بدنام کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ نکتہ چینی کرنا آسان اور کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جو لوگ نکتہ چینی کرتے ہیں (اگرچہ یہ کلیہ قاعدہ نہیں) مگر علی العموم انکی نکتہ چینی حسد یا ذاتی اغراض پر مبنی ہوتی ہے۔ اسلئے وہ ایسے حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں جس سے انکو بدنام کیا جاوے اور جب اُسکی تحقیقات کیجاوے تو اُسکی تہ میں ایسے امور نکلتے ہیں جو نہایت شرمناک اور قابل نفرین ہوتے ہیں۔ کام کرنیوالے آدم زاد ہوتے ہیں اُنسے غلطیوں کا ہونا ممکن ہے مگر اس پر وقت یہ نتیجہ نکال لینا کہ وہ بدنیتی سے ایسا کرتے ہیں بڑی بیہودگی ہے۔

کسی لمبی تمہید میں نہ جاکر میں دہلی کی موجودہ حالت زار پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

دہلی میں مرزا حیرت صاحب ایک بزرگ ہیں جنکی قلم اور زبان سے ہندوستان میں مصر کا کوئی لیڈر یا ریفارمر اور کوئی بڑا آدمی نہیں بچا۔ وہ اپنی دوکان اور اخبار کی رونق اسی میں پاتے ہیں کہ کسی نہ کسی گروہ کی مخالفت کرتے رہیں۔

اُنہوں نے چھاپہ خانہ کی ایک کمپنی بنائی ہے جسکے خطرناک مقدمات آج کل عدالت میں دائر ہیں جن میں سے بعض میں مرزا حیرت فرد قرارداد جرم ملک چکا ہے باوجود ان باتوں کے مرزا حیرت کے اخبار کا بہت بڑا جزو دہلی کے مسلمانوں بدنام کرنے اور بہتان باندھنے میں ضائع کیا جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میری اس تحریر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ گالیاں میرے حصہ میں بھی آجائینگی۔ مگر میں اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اسلئے کہ گالیاں یا کوئی امر مجھے حق کہنے سے کبھی نہیں روک سکتا مرزا حیرت نے ترجمۃ القرآن کے وقت جب ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے جھگڑا لگا رکھا تھا اسوقت الحکم نے اپنی بے لاگ رائے دیتے ہوئے ڈپٹی صاحب کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور اور اسکے مخالفین کے جھگڑے کے وقت، باوجودیکہ ان میں بڑے بڑے آدمی تھے الحکم اپنی سچی رائے ظاہر کرنے سے نہیں رکا۔ انجمن مجاہدین لاہور کے متعلق مستشار العلماء کی غلطی کے اظہار میں اس نے پرواہ نہیں کی۔ اور ایسا ہی اب بھی وہ نہ مرزا حیرت کی مخالفانہ تحریروں کا لحاظ کریگا۔ اور نہ اس پارٹی کی بے جا جنبہ داری کریگا جسکے خلاف مرزا صاحب لکھ رہے ہیں۔ وہ اپنے فہم اور فراست علم اور واقفیت کی بنا پر نیک نیتی سے ایک رائے دیگا جس میں وہ مسلمانان دہلی کو گمراہ ہونے سے بچانے کی کوشش کرنی چاہتا ہے دہلی کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہے وہ اتنا ہی ہے کہ اس شہر سے سب سے پہلے ہمارے سید و مولا اور آقا امام ہمام اور رہبر کو کفر کا فتوی دیا گیا اسوقت نہ مرزا حیرت اور نہ ان لوگوں کو جو دہلی کا جسم ہیں غرض کسی کو بھی یہ ہرگز خیال نہ آیا کہ ایک مسلمان کو کافر بنانے میں جلدی نہ کرو باوجود اس کے کہ ہمیں دہلی سے محبت ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ دہلی تو ایک طرف کسی جگہ کے مسلمانوں کی حالت بھی بگڑے اور انمیں تفرقہ پیدا ہو۔

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعوی حب پیمبرم

مسلمانان دہلی جمود کی حالت میں ہیں اور جیسا کہ سنت اللہ ہے بعض نفوس وہاں ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کی دینوی حالت کی اصلاح اور گورنمنٹ کے ساتھ انکے تعلقات وفادارانہ استحکام میں لگے رہتے ہیں اور ۱۸۵۷ء کے غدر کے اور اسکے بعد کے حالات دہلی جیسے شہر میں اسی ضرورت کو اہم بتاتے ہیں کہ بجائے اسکے کہ ایسے لوگوں کے خدمات کی قدر کیجائے اور مسلمانوں میں احسان شناسی کا شیوہ پیدا کیا جائے کوشش یہ جاری ہے کہ انکو بدنام کیا جائے۔

میرے کرزن گزٹ کے وہ تمام مضامین پڑے ہیں جو رؤساء دہلی کے خلاف لکھے گئے ہیں اور ان میں ایک ہی بات کو بار بار دُہرایا جاتا ہے کہ انہوں نے شہر دہلی کے اوقاف پر قبضہ رکھا ہے اور اس جماعت کا ایک ممبر آٹھ آٹھ دس دس اوقاف کا ممبر ہے۔

سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جو کیا جاتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اعتراض کیا حقیقت رکھتا ہے۔ آنریبل خان بہادر محمد شفیع صاحب کے جدید اعزاز کی مبارکباد دیتے ہوئے معزز ہمعصر زمیندار نے ان کے عہدے اور کام بتائے تھے اور وہ ایک درجن کے قریب تھے۔ اب ایک شخص اگر مستعدی سے کام کرتا ہے اور اسکے قومی امور میں دلچسپی اور مذاق ثابت ہوتا ہے، یا کچھ اور۔ یہ امر ایسے معاملات میں غور طلب نہیں ہوتا کہ ایک شخص دس یا بارہ اوقاف کا ممبر ہے بلکہ قابل غور یہ امر ہے کہ آیا وہ شخص اپنی دیانتداری اور نیک نیتی کے لئے مشہور ہے